جماعت کی ترقی تدریجی ہوگی، مسیح محمدی مسیح موسوی سے بڑھ کر ہے، الہام بعد گیارہ انشاء اللہ کی وضاحت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ / جون ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۛ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹

(الفتح: ۳۰)

پھر فرمایا:۔

اس مضمون کے ایک حصہ پر میں پہلے بھی روشنی ڈال چکا ہوں لیکن اس جمعہ میں یہ مضمون تشنہ رہا تھا اور اس سلسلہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے بعض حوالہ جات بھی پیش کرنے تھے اور بائیبل یعنی New testament عہد نامہ جدید سے حضرت مسیح علیہ السلام کے وہ حوالے بھی پیش کرنے تھے جن کا اس آیت میں بیان کردہ مضمون کے ساتھ تعلق ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس ضمن میں فرمایا کہ

''ہماری جماعت کی ترقی بھی تدریجی اور كَزَرْعٍ (کھیتی کی طرح) ہوگی اور وہ مقاصد اور مطالب اس بیج کی طرح ہیں جو زمین میں بویا جاتا ہے۔ وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ اس (کھیتی) کو پہنچانا چاہتا ہے۔۔۔''

کھیتی کا لفظ میں نے وضاحت کے لئے داخل کیا ہے۔ حضرت اقدس کے الفاظ ہیں:-

''۔۔۔ وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ اس کو پہنچانا چاہتا ہے۔ ابھی بہت دور ہیں وہ حاصل نہیں ہو سکتے ہیں جب تک وہ خصوصیت پیدا نہ ہو جو اس سلسلہ کے قیام سے خدا کا منشاء ہے۔ توحید کے اقرار میں بھی خاص رنگ ہو تبتل الی اللہ ایک خاص رنگ کا ہو، ذکر الٰہی میں خاص رنگ ہو، حقوق اخوان میں خاص رنگ ہو۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ: ۶۷)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے یہ چار عنوانات قائم فرمائے ہیں جن کا تعلق مسیحی صفات سے بھی ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ان صفات حسنہ سے بھی ہے جن کا آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے اور یہ صفات جو مسیحؑ سے تعلق رکھتی ہیں جب حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں اور ان لوگوں میں جلوہ گر ہوتی ہیں جو مَعَہٗ کے تابع ہیں یعنی آپؐ کے ساتھ تھے تو ایک نئی شان کے ساتھ اس جلوے میں حیرت انگیز چمک اور دائمی روشنی پیدا ہو جاتی ہے یوں معلوم ہوتا ہے ایک بالکل نیا جلوہ ظاہر ہوا ہے۔ اگر چہ صفات وہی ہیں جو پہلے بھی ظاہر ہو چکی ہیں۔

اس تعلق میں قرآن کریم نے بھی ان باتوں کا ذکر فرمایا ہے جن کا مسیحؑ نے ذکر فرمایا اور جہاں ذکر فرمایا وہاں ایک حیرت انگیز طور پر بڑھتے ہوئے جلوے کا بھی ذکر فرمایا اس لئے یہ کوئی فرضی بات نہیں، محض اس ذات کی تعریف میں ایک انسان کے کلمات نہیں جس سے محبت ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے واقعۃً اسی رنگ میں اس مضمون کو قرآن کریم میں چھیڑا ہے جہاں جہاں مسیح نے ان صفات کا ذکر فرمایا ہے ان کے مقابل پر قرآن کریم نے بھی ان کا ذکر فرمایا اور موازنہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک بالکل نئی شان کے ساتھ ان صفات کو چھیڑا گیا ہے اور نئے مضمون کو داخل کر کے ان کو بیان

فرمایا گیا ہے یہ مضمون چونکہ ایسا ہے جس کا جماعت احمدیہ سے گہرا تعلق ہے اور ان مقاصد سے ہے جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ان تک پہنچنا ابھی دور ہے حالانکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں جو صحابہ کی جماعت پیدا ہوئی اس میں سب سے زیادہ شان کے ساتھ یہ مقاصد ظاہر ہوئے تھے پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ ان مقاصد تک پہنچنا دور ہے اس سے مراد دراصل جدوجہد کا وہ لمبا زمانہ ہے جس میں سے گزر کر احمدیت نے ان مقاصد کو عالمی بنا دینا تھا اور ایک عالمگیر جماعت کے طور پر دنیا میں پھیل کر ان مقاصد کو پورا کرتے ہوئے تمام دنیا میں یہ صفات حسنہ پھیلا دینی تھیں اس لئے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ مقاصد یا ان تک پہنچنا دور کی بات ہے تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں تو تربیت میں کمزوری تھی اور ابھی ان اعلیٰ مقاصد کو جماعت پا نہ سکی تھی مگر بعد کے دور کے زمانہ میں ایسا ہوگا جو بھی یہ معنی سوچے اس کی جہالت ہوگی کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے متعلق ہی قرآن کریم کی یہ پیشگوئی تھی کہ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ (الجمعہ: ۴) اور یہ فیض ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور آپؑ کے صحابہؓ سے ہی پایا ہے۔ اٰخَرِیْنَ کی صفات کو نسلاً بعد نسلٍ آگے منتقل کرتے چلے جا رہے ہیں۔ پس اپنے اس مقام عجز کو خوب اچھی طرح پیش نظر رکھتے ہوئے اب اس مضمون پر غور کریں جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے جو چار صفات بیان فرمائی ہیں یہ ایسی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک صفت اپنی ذات میں ایک الگ خطبہ کا تقاضا کرتی ہے اور ایک ایک لفظ میں بڑے وسیع مضامین پر مشتمل عنوان بیان فرما دیئے گئے ہیں اور پھر ان کا آپس میں ایک ترتیبی تعلق بھی ہے جو بات پہلے بیان ہوئی ہے وہ پہلے ہی بیان ہونی چاہئے تھی جو بات دوسرے درجہ پر ہے وہ دوسرے درجہ پر بیان ہونی چاہئے تھی اور اسی طرح تسلسل کا ایک اندرونی تعلق جاری ہے۔

یہ مضمون انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کسی وقت خدا نے توفیق دی تو بیان کروں گا مسلسل خطبوں میں اگر نہ بیان ہو سکے کیونکہ بعض دفعہ دوسری ضرورت کی چیزیں مجبور کر دیتی ہیں کہ تسلسل کو توڑ کر ایک اور مضمون کو شروع کر دیا جائے لیکن یہ سارا مضمون میرے ذہن میں ہے آئندہ جب بھی توفیق ملے گی تو انشاء اللہ اس کو سلسلہ وار آگے بڑھاؤں گا۔

اس وقت میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس مضمون تک پہنچنے سے پہلے ہمیں ان حوالوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ جن میں ہمارا تشخص تاریخی لحاظ سے الٰہی کتب میں بیان کیا گیا ہے ہم کیا ہیں ہم سے کیا توقع رکھی جاتی ہے کس مقصد کے لئے یہ كَزَرْعٍ کا سلسلہ شروع ہوا جس کا مسیحؑ نے ذکر کیا اور قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ ان لوگوں کی مثال انجیل میں یوں بیان ہوئی ہے کہ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ ایسی کھیتی کی طرح جس کی پتیاں باہر نکل آئیں اور زمیندار جانتے ہیں کہ شروع میں روئیدگی پتوں کی شکل میں نکلتی ہے اَخْرَجَ شَطْئَهٗ پھر وہ اس کو مضبوط کر دے فَاسْتَغْلَظَ پھر مضبوط ہو کر ایک قوت پیدا ہو جائے فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ پھر وہ اپنے ڈنٹھل پر کھڑی ہو جائیں یعنی یہ اس کھیتی کی مثالیں ہیں جن کو بیج بونے والے بوتے ہیں اور پھر اس طرح کھیتی کی روئیدگی کو دیکھتے اور اپنی آنکھوں کے سامنے بڑھتا پھولتا پھلتا ہوا دیکھتے ہیں اور مضبوط ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ بونے والوں کو بہت لطف آتا ہے لیکن جو انکار کرنے والے ہیں وہ ان کی یہ برکتیں دیکھ دیکھ کر جلتے ہیں اور انہیں بہت طیش آتا ہے۔

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں بونے والوں سے مراد خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے جس نے بویا ہے یہ کھیتی خدا ہی کے ہاتھ سے بوئی جاتی ہے مگر یہاں جو طرز بیان ہے اس میں خدا کے ہاتھ کا براہ راست ذکر نہیں بلکہ الزُّرَّاعَ ہیں بہت سے بونے والے ہیں جو بوتے ہیں۔

یہاں دراصل داعین الی اللہ کی ایک جماعت کا ذکر ہے جو کثرت کے ساتھ مختلف زمینوں میں بیج پھینکتے چلے جاتے ہیں اور وہ بیج جب اچھی زمینوں پر پڑتا ہے تو پھر جس کیفیت کے ساتھ، جس شان کے ساتھ وہ روئیدگی دکھاتا اور نشو ونما پاتا ہے اس کا یہ ذکر فرمایا گیا ہے۔ جب الزُّرَّاعَ کے مضمون کو آپ پیش نظر رکھیں تو پھر حضرت مسیحؑ نے جو تمثیلات بیان کی ہیں ان کا سمجھنا نسبتاً آسان ہو جائے گا۔ ایک ہاتھ کا بیج کسی خاص کھیتی میں پڑتا ہے اور اُگ جاتا ہے اگر وہ ہاتھ کسی ماہر کا ہاتھ ہو، ایسے شخص کا ہاتھ ہو جو اس مضمون کو سمجھتا ہو تو اس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اُس بیج کو گندی زمینوں میں پھینک دے، اس کے لئے ممکن ہی نہیں کہ اس بیج کو وہ جھاڑیوں میں پھینک دے، چٹانوں پر پھینک دے اس لئے یہاں خدا کا ہاتھ بیان نہیں فرمایا گیا، یہی حکمت اس کے پیش نظر ہے۔ مومنوں

میں کچھ سادہ ہیں، کچھ زیادہ ذہین ہیں، کچھ تجربہ کار ہیں اور کچھ ناتجربہ کار ہیں، تبلیغ میں ان کے ساتھ مختلف لوگوں کا واسطہ روزمرہ پڑتا رہتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو چٹیل زمینوں کے ساتھ ہی نبرد آزمائی کرتے ساری عمر گنوا دیتے ہیں۔ بیج پھینکتے ہیں تو چٹیل زمینوں پر کچھ تھوڑا سا اُگتا بھی ہے لیکن مرجاتا ہے اسی طرح بعض ہیں جو ایسی جگہ بیج پھینکتے ہیں جہاں اردگرد خونخوار درندے ہیں دشمن ملاں موجود ہیں وہ تاک میں رہتے ہیں کہ ادھر بیج پھینکنے والا پیٹھ موڑے تو وہ واپس آ کر اس کھیتی کو برباد کر دیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں اور واقعۃً ایسا ہوتا بھی ہے۔ کچھ ایسے سمجھ دار بیج پھینکنے والے ہیں جو اچھی زمینوں کا انتخاب کرتے ہیں اور پھر ان کی حفاظت کرتے ہیں، ان کی نگرانی کرتے ہیں ان کی کھیتیاں ہیں جو نشوونما پاتی ہیں اور قرآن کریم نے دور آخر کی جو مثال دی ہے، وہ ایسے ہی لوگوں کی دی ہے حضرت مسیحؑ نے تفصیل سے ان سب لوگوں کی مثال دی ہے کسی نے یہاں بیج پھینک دیا، کسی نے وہاں پھینک دیا، کسی کا بیج چٹانوں پر ضائع ہو گیا یا کسی کے بیج کو جانور چگ گئے لیکن قرآن کریم نے اس تفصیل کے ساتھ اس مثال کو بیان فرما کر ان لوگوں کی مثال دی ہے جو حکمت کے ساتھ اچھی زمین پر بیج پھینکتے ہیں اور یہ شانِ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے جس کا ذکر چل رہا ہے فرمایا وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ صاحبِ حکمت لوگ ہیں۔ صاحب عرفان لوگ ہیں وہ اپنے بیج کو ضائع نہیں کرتے۔ ان کے اندر خدا تعالیٰ نے یہ صلاحیت بخشی ہے کہ وہ اچھی زمینوں کا انتخاب کریں اور پھر اس بیج کی حفاظت کریں۔ اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے اُگتا دیکھیں، نشوونما پاتا دیکھیں۔ اس کی ہریالی ان کی آنکھوں کو شاداب کرے اور دشمن غیظ وغضب میں مبتلا ہو مگر کچھ نہ کر سکے اس لئے جب میں مسیح کی تمثیلوں کے ساتھ قرآن کریم کی تمثیلات کا موازنہ کرتا ہوں تو بالکل کھلم کھلی بدیہی بات ہے کہ قرآن کریم نے اس مضمون کو بہت زیادہ آگے بڑھا دیا ہے اور اس مضمون میں ایک غیر معمولی شان پیدا کر دی ہے۔

اب میں مسیحؑ کے اس ذکر کو لیتا ہوں جس کے مقابل پر بعض اور آیات بھی آپ کے سامنے رکھوں گا جن میں یہ مضمون ایک اور شان کے ساتھ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ چونکہ مسیحؑ کا تعلق دور اُخروی سے ہے۔ قرآن کریم سے بھی ثابت ہوتا ہے اور احادیث سے بھی ثابت ہے کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے دور آخر پر آپؐ کے جس غلام نے ظاہر ہونا ہے اس کو شانِ مسیحی عطا ہوگی، اس کو مسیح کا نام دیا گیا ہے اس لئے ان تمثیلات کے ساتھ ہمارا تعلق ضرور ہے اور وہ تمثیلات ہمیں

متنبہ کرنے والی ہیں کہ دیکھو تم پہلے مسیح کے دور پر ٹھہر نہ جانا۔ تمہاری مثال اس سے ملتی ہے مگر تمہاری شان اس سے بڑھ کر ہونی چاہئے کیونکہ تم مسیح موسوی کے غلام نہیں، مسیح محمدی کے غلام ہو۔ پس نظر رکھو کہ مسیحؑ نے کیا کیا تمثیلات بیان کیں ان میں سے جو بہتر ہیں وہ اپنے لئے چن لو۔ قرآن کریم مومن کی شان یہ بیان فرماتا ہے کہ جب ان کے سامنے چیزیں بیان کی جائیں تو احسن کو اختیار کر لیتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ مختلف قسم کی تمثیلات ہو سکتی ہیں۔ کچھ نسبتاً ادنیٰ، کچھ اس سے بہتر، کچھ اس سے بہت بہتر اور بعض احسن ہیں سب سے اچھی تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے غلاموں سے یہ توقع رکھی گئی ہے کہ تم ہر قسم کی تمثیلات سنو گے مگر احسن کو چننا کیونکہ تمہارا آقا احسن ہے جس کی غلامی کا دم بھرتے ہو وہ تمام انبیاءؑ سے بڑھ کر ہے۔ تمام تخلیق میں کوئی وجود اس شان کا پیدا نہیں ہوا۔ پس اس کی نسبت سے تم اپنے اندر بھی ویسے ہی کمالات پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اب حضرت مسیحؑ کی تمثیلات سنیں جن کا ان آیات سے تعلق ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

’’اُسی روز یسوع گھر سے نکل کر جھیل کے کنارے جا بیٹھا اور اس کے پاس ایسی بڑی بھیڑ جمع ہوگئی کہ وہ کشتی پر چڑھ بیٹھا اور ساری بھیڑ کنارے پر کھڑی رہی اور اُس نے ان سے بہت سی باتیں تمثیلوں میں کہیں کہ دیکھو ایک بونے والا بیج بونے نکلا اور بوتے وقت کچھ دانے راہ کے کنارے گرے اور پرندوں نے آ کر ان کو چگ لیا (یعنی ایک تبلیغ کرنے والا ایسا بھی ہے جس کی یہ مثال ہے) اور کچھ پتھریلی زمین پر گرے جہاں ان کو بہت مٹی نہ ملی اور گہری مٹی نہ ملنے کے سبب سے جلد اُگ آئے اور جب سورج نکلا تو جل گئے اور جڑ نہ ہونے کے سبب سے سوکھ گئے اور کچھ جھاڑیوں میں گرے اور جھاڑیوں نے بڑھ کر اُن کو دبا لیا اور کچھ اچھی زمین میں گرے اور پھل لائے۔ کچھ سو گنا کچھ ساٹھ گنا کچھ تیس گنا جن کے کان ہوں وہ سن لے شاگردوں نے پاس آ کر اُس سے کہا تو اُن سے تمثیلوں میں کیوں باتیں کرتا ہے؟ اُس نے جواب میں اُن سے کہا اس لئے کہ تم کو آسمان کی بادشاہی کے بھیدوں کی سمجھ دی گئی ہے مگر ان کو نہیں دی گئی کیونکہ جس کے پاس ہے اُسے دیا جائے گا اور اُس کے پاس زیادہ

ہو جائے گا اور جس کے پاس نہیں ہے۔ اُس سے وہ بھی لے لیا جائے گا جو اس کے پاس ہے۔ میں اُن سے تمثیلوں میں اس لئے باتیں کرتا ہوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے اور اُن کے حق میں یسعیاہ کی یہ پیش گوئی پوری ہوتی ہے کہ تم کانوں سے سنو گے پر ہرگز نہ سمجھو گے.....'' (انجیل متی: باب ۱۳۔ ۱ تا ۱۵)

اس تمثیل کا جو دوسرا حصہ ہے وہ بعد میں بیان ہوگا۔ پہلے حصہ کے متعلق قرآن کریم کی دو آیات ہیں جو ذہن میں ابھرتی ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرمایا

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ (البقرہ: ۲۶۵)

کہ اس بیج کی مثال یعنی اس کام کی مثال جو ریا کی خاطر کیا جائے، جو خالصۃً اللہ کی رضا کی خاطر نہ کیا جائے۔ اس میں ریاء الناس کا پہلو شامل ہو اس کی مثال ایسی ہے کہ وہ چٹان پر گرے ہوئے بیج کی طرح ہے جس پر کچھ تھوڑی سی مٹی ہو۔ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ پھر جب تیز بارش اس کو پہنچتی ہے فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ تو وہ مٹی کو بہالے جاتی ہے اور چٹان کو اسی طرح چٹیل چھوڑ دیتی ہے۔ اس کلام الٰہی میں ایک بڑھی ہوئی حکمت یہ ہے کہ وہ لوگ جن کے بیج ضائع ہوتے ہیں ان کی اندرونی کمزوریوں کی بھی نشاندہی فرما دی گئی ہے۔ ورنہ خالص مومن اور خالص متقی کا بیج ضائع نہیں ہوا کرتا۔ فرمایا ہے کچھ بیج چٹانوں پر پڑتے ضرور ہیں لیکن مومن چٹانوں پر بیج نہیں پھینکا کرتے کیونکہ مومن صرف دکھاوے کی خاطر، اپنے نمبر بنانے کے لئے کام نہیں کیا کرتے کہ جی! ہم نے اتنی تبلیغ کر دی، اتنے آدمیوں تک پیغام پہنچا دیا، رپورٹیں ایسی باتوں سے بھری ہوتی ہیں نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اس کے بعد یہ ہو گیا اور لوگ بھاگ گئے اور اس کے بعد یہ ہو گیا اور کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ اس کے بعد یہ حادثہ پیش آ گیا۔ قرآن کریم نے مثال تو مسیحؑ والی بیان کی لیکن دیکھیں اس میں کیسی عظمت پیدا کر دی جو طبیعت کا بہت ہی گہرا شناسا معالج ہو اس کی طرح مرض کی تشخیص بھی فرما دی۔ فرمایا! اگر تم بیج پھینکو اور ہر دفعہ تمہارا بیج ضائع ہو جایا کرے اور جب بارش برسے تو وہ دور ہو جائے بجائے قریب آنے کے۔ مطلب یہ ہے کہ بجائے اُگ کر نشو ونما پا کر تمہاری کھیتی بننے کے تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے

اس وقت سمجھو کہ تمہارے اندر کوئی قصور تھا اور واقعۃً یہ ہے کہ مسیحؑ نے جو مثال دی ہے وہ تو روزمرہ کے واقعہ کی ایک عام مثال ہے۔ دھوپ نکلی اور بیج ضائع ہو گیا۔ بارش کے ساتھ بیج کے ضائع ہونے کا تعلق، یہ ایک بہت ہی غیر معمولی مضمون ہے اور نئی شان کا مضمون ہے جس کو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جب الٰہی تجلیات زور دکھاتی ہیں جب خدا تعالیٰ کے جلوے کثرت سے نازل ہوتے ہیں اور جماعت کو ترقیات ملتی ہیں تو ایسے لوگ پھر ساتھ نہیں دے سکتے جن کے اندر کمزور سا تعلق پیدا ہوا ہوتا ہے۔ وہ ان مطالبوں کو پورے نہیں کر سکتے۔ ایسی صورت میں ان سے جو توقعات پیدا ہوتی ہیں ان میں وہ ساتھ چل نہیں سکتے۔ چنانچہ ان کی موت بڑھے ہوئے جلوے بن جاتے ہیں لیکن چٹان پر بیج پھینکا اور پھر دھوپ نے اس کو جلا دیا، یہ روزمرہ کا ایک ایسا معاملہ ہے جس کا انسانی صفات کے ساتھ کوئی گہرا تعلق نہیں ہے لیکن قرآن کریم نے جو مضمون بیان فرمایا ہے اس کا ایمانیات کے ساتھ اور عملاً جس طرح روز بروز واقعات رونما ہوتے ہیں ان کے ساتھ ایک بہت گہرا اور حقیقی تعلق ہے۔ پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نے تبلیغ کی اور بیج پھیلا دیئے اور بدقسمتی ایسی ہے کہ یہ زمین سنگلاخ ہے ان کو قرآن کریم کی مثال کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ سنگلاخ زمین پر تم نے بیج پھینکا کیوں تھا اور یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ساری زمین سنگلاخ ہے بلکہ قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ سنگلاخ ہونے کے باوجود یہ امکان موجود ہے کہ پتھر دل پھٹ پڑیں اور ان سے چشمے بہہ جائیں۔ پس اگر تم ساتھ دعائیں کرو اور رضائے باری تعالیٰ کی خاطر کام کرو تو پھر تم سے جو غلطیاں ہوں گی اس کے بھی نیک ہی نتیجے نکلیں گے۔ پس تبلیغ کا بہت گہرا نکتہ سمجھایا گیا اور اپنے نفس کا تجزیہ کرنے کا ایک طریق ہمیں سکھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر مسیحؑ نے اس بیج کی مثال دی جو نشو ونما پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو برکت دینے کے جو وعدے مسیحؑ سے کئے تھے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے مقابل پر کچھ وعدے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی کئے گئے اور ان کی نشو ونما کا بھی ذکر کیا گیا۔ اب دیکھیں ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ مسیحؑ کہتے ہیں۔

’’کچھ اچھی زمین میں گرے اور پھل لائے۔ کچھ سو گنا کچھ ساٹھ گنا

کچھ تمیں گنا جس کے کان ہوں وہ سن لیں۔‘‘ (انجیل متی: ۱۳-۲۳)

جبکہ قرآن کریم فرماتا ہے

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۲﴾ (البقرہ: ۲۶۲)

اے محمد مصطفی ﷺ کے غلامو! تمہیں خوشخبری ہو تمہاری مثال مسیحؑ کے بیج پھینکنے والے جیسی مثال نہیں ہے جس کو زیادہ سے زیادہ سو گنا پھل لگنا تھا۔ اس سے نیچے اتر کر ساٹھ گنا یا پھر اُس سے بھی کم۔ فرمایا کہ تم محمد مصطفی ﷺ کے غلام ہو اور محمد مصطفی ﷺ کی برکت سے تم سے یہ وعدہ ہے کہ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ والی مثال ایسے بیج کی طرح ہوگی جس میں سات بالیاں نکلیں۔ سنبل بالی کو کہتے ہیں۔ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ اور ہر بالی میں سو سو دانے لگے ہوئے ہوں۔ کہاں یہ کہ زیادہ سے زیادہ سو مگر آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں سے ہمارا یہ وعدہ ہے کہ اگر تم ایسی جگہ بیج پھینکو گے جو زرخیز ہو اور تقویٰ کے ساتھ پھینکو گے تو خود تمہاری مثال بیج کی سی ہو جائے گی۔ جو نشو ونما پاتے ہوئے ایسی نشو ونما پاتا ہے کہ اس میں ایک ایک دانے سے سات سات بالیاں نکلتی ہیں اور ہر بالی میں سو دانے لگتے ہیں یعنی سات سو گنا زیادہ لیکن یہ بھی تو ایک محدود وعدہ ہے اور آنحضرت ﷺ نے ترقی کی تمام حدیں پھلانگ دی تھیں۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ یہ نہ سمجھنا کہ سات سو پر بات ختم ہو جائے گی۔ اگر تم اس کی کامل پیروی کرو گے تو یہ وہ رسول ہے کہ تم سے لامتناہی ترقیات کا وعدہ ہے، باقیوں سے جو آگے بڑھ جائیں گے اُن کے لئے کوئی حد بندی نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وہ جتنا چاہے گا بڑھاتا جائے گا جس کے لئے چاہے گا اور زیادہ بڑھاتا چلا جائے گا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۲﴾ اللہ تعالیٰ بہت وسعت دینے والا ہے اور بہت علیم ہے۔ علیم کا تعلق انسان کے اندرونی حالات سے ہے اور خدا تعالیٰ کا فضل جو غیر معمولی طور پر نازل ہوتا ہے وہ انسان کی اندرونی تمناؤں کے ساتھ ایک گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اگر خدا کی راہ میں غیر معمولی قربانیوں کی تمنائیں پنپ رہی ہوں اور انسان ہمیشہ اس خیال میں

کھویا رہے کہ میں کچھ اور بھی کروں، کچھ اور بھی کروں لیکن انسانی توفیق محدود ہو اور وہ ان تمناؤں کو پورا نہ کر سکے تو پھر اس سے آگے فضلِ الٰہی کے ساتھ اس مضمون کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے پھر وہ جتنا کماتا ہے اُس سے زیادہ خدا دے دیتا ہے جیسا کہ گناہوں کے متعلق بھی گنہگار کہتے ہیں:

نا کردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد (دیوان غالب: صفحہ ۳۴۶)

کہ خدا جو گناہ ہم نہیں کر سکے اُن کی حسرت کی ہی داد دے دے۔ خدا تعالیٰ ان نیکیوں کی داد دیتا ہے جو انسان نہیں کر سکتا اور اس کا بھی دل سے تعلق ہے۔ تو فرمایا ہے کہ وَاسِعٌ تو وہ ہے لیکن عَلِیْمٌ بھی ہے۔ اگر تمہارے دل میں لامتناہی خدمت کی تمنائیں ہیں اور توفیق نہیں ہے تو خدا تم سے وعدہ کرتا ہے کہ جس کے تم غلام ہو اس کی برکت سے، اس کی محبت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں لامحدود عطا کرے گا تمہارے ساتھ سو یا دو سو یا چار سو یا سات سو دانوں کا وعدہ نہیں ہوگا بلکہ لامتناہی ترقیات ہوں گی۔

پھر آگے یسعیاہ کی پیشگوئی شروع ہوتی ہے حضرت مسیحؑ نے اس کا حوالہ دیا اور فرمایا کہ آج ہم جس دور میں سے گزر رہے ہیں یہ وہی دور ہے جس پر یسعیاہ کی پیشگوئی صادق آتی ہے۔ وہ پیشگوئی کیا تھی؟

> ''تم کانوں سے سنو گے پر ہرگز نہ سمجھو گے اور آنکھوں سے دیکھو گے پر ہرگز معلوم نہ کرو گے کیونکہ اس امت کے دل پر چربی چھا گئی ہے اور وہ کانوں سے اونچا سنتے ہیں اور انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں تا ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں اور کانوں سے سنیں اور دل سے سمجھیں اور رجوع لائیں اور میں ان کو شفا بخشوں'' (انجیل متی: ۱۳: ۱۵-۱۶)

یعنی ڈرتے ہیں کہ ہم سے یہ نہ ہو جائے۔ اس مضمون کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَ عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫

(البقرہ: ۸)

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دی ہیں وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ اور ان کے کانوں پر مہریں لگا دی ہیں وَ عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ اور ان کی آنکھوں پر جھلیاں آ گئی ہیں، جیسے

موتیابند کے ساتھ آنکھوں کے اوپر جھلی آجاتی ہے اور وہ دیکھ نہیں سکتیں۔

چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دور میں موسوی امت کی جو حالت تھی اس کا ایک گہرا تعلق مسیحؑ کی آمد ثانی کے دور سے ہے اور لازم تھا کہ وہ علامتیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہونے والے ان لوگوں میں پائی جاتیں جو اپنی بیماریوں کی وجہ سے ایک مسیحی نفس کا تقاضا کر رہے تھے۔ جن پہلی بیماریوں نے مسیح اول کا تقاضا کیا تھا اور مسیحؑ نے ان لوگوں کو شفاء بخشی تھی جنہوں نے اسے قبول کیا۔ لازم تھا کہ یہ بیماریاں جب دوبارہ سر اٹھائیں تو وہی آزمودہ نسخہ دوبارہ آسمان سے اتارا جائے۔ مسیحؑ کی آمد ثانی کا یہ راز ہے مگر جن لوگوں کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہوں وہ بھی نہیں دیکھتے اور جو گھبراتے ہیں کہ اگر ہم نے دیکھا تو صداقت قبول کرنی پڑے گی اور دنیا کے پھندے ان کو توفیق نہیں دیتے کہ وہ آزاد ہو کر صداقت کی طرف بڑھ سکیں ان کا حال بھی اندھوں کی طرح ہو جاتا ہے۔ کچھ وہ ہیں جو سن نہیں سکتے کیونکہ ان کے کانوں پر مہریں ثبت ہیں اور سنائی دیتا ہی نہیں۔ ان معنوں میں کہ لمبے عرصہ کی غفلتوں کے نتیجہ میں لمبے عرصہ کی ٹیڑھی سوچوں کے نتیجہ میں واقعۃً ان کو سچا پیغام سمجھ ہی نہیں آسکتا لیکن ایسے بھی ہیں جو ڈرتے ہیں کہ ہم سمجھ جائیں گے اور اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں۔ قرآن کریم نے دوسری جگہ ایسے لوگوں کی مثال دی ہے کہ جب بجلی چمکتی ہے تو وہ موت کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں تو مراد یہ ہے کہ کچھ بہرے نہیں بھی ہوتے لیکن آوازوں کے خوف سے وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیا کرتے ہیں تو ایسے بھی بعض سننے والے ہیں جن کے اندر شنوائی کی رمق موجود ہوتی ہے لیکن ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ نہ ہو کہ ہم سمجھ ہی جائیں اور مجبور ہو جائیں اور پھر ان کی پیروی کرنی پڑے اور پھر دنیا سے تعلقات کاٹنے پڑیں۔

اس ضمن میں آخری فقرے یہ بیان کیے گئے ہیں کہ ''تا ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں'' پہلے وہ لوگ جن کا ذکر ''خَتَمَ اللّٰہُ'' کے تابع ہے کہ وہ تو لمبی بدکرداریوں کی وجہ سے سننے سے ہی محروم رہ گئے، دیکھنے سے ہی محروم اور ان کے دل غافل ہو چکے ہیں ان کو کچھ سمجھ نہیں آسکتی۔ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا۔ قرآن کریم نے دوسری جگہ اس مضمون کو یوں بیان فرمایا کہ گویا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں، تالے پڑ گئے ہوں تو کوئی چیز اندر جاتی ہی نہیں مگر کچھ اور بھی ہیں جہاں چیزیں آتی جاتی ہیں اور تالے نہیں پڑے ہوئے مگر اچھی چیزوں کے لئے وہ تالے لگا لیتے ہیں اور بری

چیزوں کے لئے کھول دیتے ہیں اُن کا ذکر حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ

''انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں تا ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں اور کانوں سے سنیں اور دل سے سمجھیں اور رجوع لائیں اور میں ان کو شفا بخشوں لیکن مبارک ہیں تمہاری آنکھیں اس لئے کہ وہ دیکھتی ہیں اور تمہارے کان اس لئے کہ وہ سنتے ہیں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بہت سے نبیوں اور راست بازوں کو آرزو تھی کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو دیکھیں مگر نہ دیکھا''

یہ مسیحؑ کے وہ کلمات ہیں جو بڑی شان کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے دور آخر پر صادق آتے ہیں اور اس میں جماعت احمدیہ خصوصیت سے مخاطب ہے۔

''لیکن مبارک ہیں تمہاری آنکھیں اس لئے کہ وہ دیکھتی ہیں اور تمہارے کان اس لئے کہ وہ سنتے ہیں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بہت سے نبیوں اور راستبازوں کو آرزو تھی کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو دیکھیں مگر نہ دیکھا''

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر ہے

مقام او مبین از راہِ تحقیر

بدورانش رسولاں ناز کردند (تذکرہ:۵۱۶)

کہ اس مسیح یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو تحقیر کی نظر سے نہ دیکھو ''بدورانش رسولاں ناز کردند''

اس کے دور پر تو رسول ناز کرتے تھے۔ کئی غیر احمدی مولوی اپنی جہالت میں اعتراض کرتے ہیں کہ دکھاؤ کہاں رسولوں نے مسیح موعودؑ کے دور پر ناز کیا ہوا ہے۔ ان جاہلوں سے پوچھو کہ اگر مسیح موسویؑ کے دور پر ناز کرتے تھے تو مسیح محمدی ﷺ کے دور پر کیوں ناز نہیں کریں گے۔ اس مسیح محمدیؑ کے متعلق جس کے دور کی خود محمد رسول اللہ ﷺ نے خبریں دی ہیں جس کا قرآن میں ذکر ملتا ہے کیسی جہالت ہے کہ مسیح موسوی جب یہ بات کہتے ہیں تو بغیر چیلنج کے قبول کرتے اور کہتے ہیں۔ آمنا و صدقنا ہاں اے مسیح! تیرا دور ایسا ہی تھا کہ جس پر رسول ناز کریں جب مسیح محمدیؑ یہی اعلان کرتا ہے تو کانوں میں انگلیاں ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ توبہ توبہ، کیسی بات کر گیا ہے محمدؐ کا مسیح ہوا اور

اس کے دور پر رسول ناز کریں۔ کتنی بڑی گستاخی ہے جتنی بڑی تم گستاخی سمجھتے ہو اتنی بڑی تم محمد ﷺ کے دربار میں گستاخی کرتے ہو۔ ان کی شان میں گستاخی کرتے ہو کیونکہ آپؐ کا مقام اور آپؐ کے غلاموں کا مقام، یہ دونوں مقام وہ ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ کے ساتھ فرمایا گیا ہے اور کوئی ان مقامات کو الگ نہیں کر سکتا اور ساری کائنات میں ہر زمانہ میں تلاش کر کے دیکھو محمد مصطفی ﷺ کی شان کا نہ کوئی رسول پیدا ہوا نہ اس شان کے متبعین پیدا ہوئے جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کو نصیب ہوئے اور یہ بات دونوں ادوار پر یکساں صادق آتی ہے۔ دور اول پر بھی اور دور آخر پر بھی۔ پس مسیح کے اس فقرے کو سنیں، دیکھیں کتنا معنی خیز ہے اور مسیح اولؑ مسیح ثانیؑ کی کیسی تائید کر رہا ہے۔ فرماتے ہیں: ''کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بہت سے نبیوں اور راستبازوں کو آرزو تھی کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو دیکھیں مگر نہ دیکھا اور جو باتیں تم سنتے ہو سنیں مگر نہ سنیں'' اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ایک اقتباس پر اس ذکر کو ختم کرتا ہوں ایک چھوٹی سی الگ بات اور بھی کرنے والی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''دیکھو! آج میں نے بتلا دیا۔ زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا وہ پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے۔ پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ: ۶۳۵۔۶۳۶)

اس میں پہلے نبیوں کی دو قسم کی خبروں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک وہ خبر جس کا ذکر اُس شعر میں ہے کہ

بدورانش رسولاں ناز کردند

جس کا ذکر حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی تمثیلات کے ساتھ بیان فرمایا اور وہ میں نے آپ کے سامنے پڑھ کر سنایا ہے لیکن نبیوں کے ہاں ایک اور بھی ذکر ملتا ہے جو انذاری حکم ہے اور اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

''دیکھو! آج میں نے بتلا دیا۔ زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر

ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے۔ پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔‘‘

مگر اس خبر کے مصداق احمدی نہیں ہیں اس خبر کے مصداق وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسیح موعود کا انکار کیا اور اپنی غفلت اور لاعلمی یا جہالت یا کجی کے نتیجہ میں وہ نیکی کی طرف پیٹھ پھیر کر بدیوں کی طرف بگٹٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ ان کی ہلاکت کا زمانہ قریب ہے۔ عالمی ہلاکت کی وہ پیشگوئیاں جو اس سے پہلے گزر چکیں اب جو آنے والی ہے، اب جو پوری ہونے والی ہے وہ ان سے بہت زیادہ شدید ہوگی اس لئے ساری دنیا کو ہلاکت سے بچانے کے لئے ان خوش نصیبوں کو کام کرنا ہے جن کی اچھے لفظوں میں بلکہ رشک کے ساتھ پرانے نبیوں نے پیشگوئیاں کی تھیں۔ آپ کون ہیں؟ آپ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

’’یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔۔۔‘‘

یہ انذار اپنی جگہ مگر یہ انذار تمہارے لئے نہیں ہے۔

’’۔۔۔تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔۔۔‘‘

بہت ہی خوبصورت کلام ہے قرآن کریم نے جو الزُّرَّاعَ فرمایا وہاں انسان بونے والے تھے اب یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ بیج اصل میں خدا کا ہے۔ بونے والے ہاتھ خواہ انسان کے ہوں لیکن جو بیج ہے وہ خدا کا ہے۔‘‘

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’۔۔۔تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون

کاذب ہے۔۔۔‘‘

یہ جو ابتلاء آتے ہیں تو ان کے ساتھ کچھ خشک پتے جھڑ جاتے ہیں کچھ خشک ٹہنیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور جلائی جاتی ہیں لیکن جو کچھ بچتا ہے وہ مزید نشو ونما پاتا ہے اور حیرت انگیز طریق پر پھولتا اور پھلتا ہے اور پھیلتا چلا جاتا ہے۔ پس بدنصیب ہیں وہ جو دورِ ابتلاء میں گر جائیں اور بہار کا زمانہ نہ دیکھیں۔ فرماتے ہیں:

’’۔۔۔وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے۔۔۔‘‘

اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر کی جماعتیں شامل ہیں جنہوں نے گزشتہ دورِ ابتلاء میں لمبے صبر کے نمونے دکھائے۔ کچھ براہ راست تکلیفوں میں مبتلا کئے گئے۔ کچھ اپنے پیاروں کی تکلیفوں میں مبتلا ہوئے ان سب کے لئے خوشخبری ہے۔ فرماتے ہیں۔

’’۔۔۔مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔‘‘

(الوصیت، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ: ۳۰۹)

یہ وہ دوسرا دور ہے جس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ داخل ہو چکی ہے اگر چہ اس عرصہ میں کبھی بھی جماعت احمدیہ پر برکتوں کے دروازے بند نہیں ہوئے بلکہ جس تیزی کے ساتھ برکتوں کے نئے نئے ابواب کھل رہے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر برکتوں کے نزول کے لئے ہر روز نئے دروازے کھولے جارہے ہیں اور ڈھیروں برکتیں پھینکی جارہی ہیں۔ یہ وہ دور ہے جس میں بعض دفعہ یوں لگتا ہے کہ برکتیں سنبھالی نہیں جائیں گی۔ وہ لوگ جو باغوں کا تجربہ رکھتے ہیں۔ ان کو پتا ہے۔ ایک زمانہ ہوتا ہے کہ انتظار ہی ہوتا ہے اور کبھی کھٹا پھل بھی ہاتھ آجائے تو انسان اس کو دیکھ دا کھ کر چکھ کر کچھ لطف اٹھاتا ہے اور انتظار کرتا ہے کہ ٹپکہ لگے اور کبھی کوئی پکا ہوا پھل بھی میسر

آجائے۔ پھر وہ دور آتا ہے کہ پھل پکنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر اس طرح پکتے ہیں کہ زمینداروں سے سنبھالے نہیں جاتے، باغبانوں سے بھی سنبھالے نہیں جاتے اور وہ جو پہلے ایک ایک پھل کی حفاظت کر رہا ہوتا ہے وہ زمیندار بعض دفعہ دعوتِ عام دے دیتا ہے کہ آؤ اور جو توڑ سکتا ہے توڑے اور کھائے تو خدا کی برکتیں اس طرح نازل ہوا کرتی ہیں اور میں یہ سمجھ رہا ہوں بلکہ دیکھ رہا ہوں کہ احمدیت کے لئے وہ زمانہ سامنے آ کھڑا ہوا ہے۔ اب آسمان سے اس تیزی کے ساتھ پھل گریں گے کہ ان کے سنبھالنے کی فکر کریں اب فصلیں کاشت کرنے سے زیادہ فصلیں سنبھالنے کا وقت آیا کھڑا ہے کیونکہ پھل پک چکے ہیں اور انشاء اللہ ساری دنیا ان برکتوں کی گواہ ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک الہام ہے جس کے ضمن میں پہلے ایک تمہید میں آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں۔ آپ میں سے اکثر کو یاد نہیں ہوگا جیسا کہ مجھے بھی یاد نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جمعرات کو منصب خلافت پر فائز فرمایا اور وہ جون کی ۱۰ تاریخ تھی اور اگلے دن ۱۱ تاریخ کو جمعہ تھا۔ کل امام صاحب نے نماز پر آتے ہوئے مجھے کہا۔ مبارک ہو۔ میں نے کہا کس بات کی؟ مجھے تو کوئی خاص خیال بھی نہیں تھا۔ میں نے کہا کہ شاید باہر سے کوئی اچھی خبر آئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی خلافت کے گیارہ سال پورے ہو گئے اور بارہواں شروع ہو رہا ہے۔ اس پر سوچتے ہوئے میرا ذہن ایک اور الہام کی طرف بھی منتقل ہو گیا اور وہ ہے۔

''بعد گیارہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ'' (تذکرہ: ۳۲۷)

ابھی پرسوں اس الہام کی بات ہمارے گھر چل رہی تھی تو میں نے کہا شاید خدا کے ہاں یہ مقدر ہو کہ ہماری ہجرت کے گیارہ سال ہوں اور گیارہ سال کے بعد ہم واپس وطن چلے جائیں۔ جب امام صاحب نے کہا کہ آپ کی خلافت کے گیارہ سال پورے ہو گئے اور بارہویں میں داخل ہو گئے ہیں تو میں نے کہا کہ مجھے تو پھر خدا پر حسن ظنی کرتے ہوئے یہ کہنا چاہئے کہ اس الہام کے اس رنگ میں بھی پورے ہونے کے دن آ گئے ہیں کہ خلافت رابعہ کے گیارہ سال کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ہوگا ضرور وہ کیا ہوگا؟

اس کا تعلق دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت کے ساتھ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اگر چہ اس الہام کو بابو الٰہی بخش کی موت پر بھی لگایا ہے لیکن

جہاں عموماً ذکر ملتا ہے وہاں بنیادی بات یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ بات اس الہام سے قطعی ہے کہ یہ الہام میری صداقت کے اظہار کے لئے ظاہر ہوگا اور بڑی شان کے ساتھ ہوگا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پارٹیشن کے وقت اپنی ہجرت کے وقت کے ساتھ بھی اس الہام کے مضمون کو باندھا تو بعض چیزیں ذوالوجوہ ہوتی ہیں۔ ایک شان سے بھی پوری ہوتی ہیں دوسری سے بھی، تیسری سے بھی مگر میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس الہام کو جتنی اہمیت دی ہے اور جس غیر معمولی نشان کے طور پر اس کو سمجھا ہے بعید نہیں کہ اس کا زمانہ اب قریب میں آنے والا ہو کیونکہ پاکستان میں خصوصیت کے ساتھ اور بعض دوسرے ملکوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب میں تمام حدیں پھلانگی گئی ہیں، بے حیائی کی کوئی بات چھوڑی نہیں گئی اس لئے اس کے مقابل پر خدا تعالیٰ کی طرف سے عالمی نشان ظاہر ہونے چاہئیں۔

ایک وہ نشان ہے جو آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کی جماعت کو ایک جمعہ پر ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونے کی توفیق بخشی ہے اور دنیا کے کونے کونے پر ایک بھی جگہ نہیں، نہ شمال میں، نہ جنوب میں، نہ مشرق میں، نہ مغرب میں جہاں جماعت احمدیہ کے امام کا خطبہ جمعہ دیکھا اور سنا نہ جا سکتا ہو تو یہ بھی ایک بہت بڑا نشان ہے لیکن بعد گیارہ۔ نہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ بعد گیارہ اس سے بھی بہت بڑا نشان ہوگا یا اسی نشان کی کوئی ایسی شان ظاہر ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کے لئے قوموں کے دل تیار ہوں گے اور یہ جو یبوست کا دور ہے، نحوست سی چھائی ہوئی ہے اور یہ دور انشاء اللہ دورِ بہار میں بدل جائے گا۔ اس توقع کے ساتھ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں ۔

> ’’۔۔۔میں ہرگز یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں جب تک میرا قادر خدا ان جھوٹے الزاموں سے مجھے بری ثابت نہ کرے۔۔۔‘‘

یہ ایک دور وہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور وصال سے پہلے بہت سے نشانات کی صورت میں ظاہر ہو گیا اور انہی نشانات میں سے ایک الٰہی بخش کذاب کی موت کا

نشان تھا جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تفصیل سے فرمایا ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

’’...اسی کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر مجھ کو ۱۱ / دسمبر ۱۹۰۰ء روز پنجشنبہ کو یہ الہام ہوا۔

بر مقام فلک شدہ یارب
گرامیدے دہم مدار عجب

بعد گیارہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں نہیں جانتا کہ گیارہ دن ہیں یا گیارہ ہفتہ یا گیارہ مہینے یا گیارہ سال مگر بہر حال ایک نشان میری بریت کے لئے اس مدت میں ظاہر ہوگا۔۔۔‘‘ (تذکرہ صفحہ: ۳۲۷)

جیسا کہ میں نے بیان کیا بعض الہام ذوالوجوہ ہوتے ہیں۔ گیارہ سال تک آپ نے فرمایا ایک شان کے ساتھ پورا ہو گیا۔ اگر یہ اس کی آخری حد ہوتی تو حضرت مصلح موعودؓ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساری جماعت سے بڑھ کر عرفان تھا وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ میری ہجرت پر بھی یہ الہام لگ گیا ہے اس لئے کہ تذکرہ میں نیچے یہ نوٹ ہے کہ بعض الہام ذوالوجوہ ہوتے ہیں تو اگر ایک معنی میں پورا ہوا ہے تو ایک اور معنی میں بھی پورا ہو سکتا ہے جس کا بنیادی تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت سے ضرور ہوگا۔ یہ مضمون ہے جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں تا کہ آپ کو اس کے لئے دعا کی طرف توجہ ہو اور خصوصیت سے دعا کریں کہ ’بعد گیارہ‘ کا جو دور شروع ہو رہا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کناروں سے کناروں تک برکتوں سے بھر دے۔ فرماتے ہیں۔

’’بر مقام فلک شدہ یارب
گرامیدے دہم مدار عجب

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیری دہائی اب آسمان پر پہنچ گئی ہے۔۔۔‘‘

اس مضمون کا جماعت احمدیہ کی آج کی دہائی سے بڑا گہرا تعلق ہے تکلیفوں کا اتنا لمبا عرصہ گزرا ہے۔ پاکستان میں احمدیوں نے اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ واقعۃً احمدیوں کی بعض راتیں دُہائیاں دیتے گزر گئیں اور مسلسل دُہائیاں دیتے رہے ہیں۔ لفظ دُہائی جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استعمال کیا ہے اس سے بہتر یہ مضمون بیان نہیں ہو سکتا تھا اور جماعت احمدیہ کے حالات پر یہ بہترین

طور پر صادق آتا ہے۔ تو لفظ دُہائی کا یہ بہت پیارا استعمال ہے۔ فرمایا۔

’’۔۔۔ تیری دہائی اب آسمان پر پہنچ گئی ہے۔ اب میں اگر تجھے کوئی امید اور بشارت دوں تو تعجب مت کر۔ میری سنت اور موہبت کے خلاف نہیں۔ بعد گیارہ انشاء اللہ۔۔۔‘‘ (تذکرہ صفحہ: ۳۲۶۔۳۲۷)

فرمایا ’’اس کی تفہیم نہیں ہوئی‘‘ تو ایک دفعہ امید ظاہر فرمائی ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں گے لیکن ساتھ ایک اور دروازہ یہ فرما کر کھول دیا کہ اس کی تفہیم نہیں ہوئی یعنی جو معنی میں بیان کرتا ہوں میں اپنی امید اور توقع کے مطابق بیان کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معین تفہیم نہیں ہوئی۔ پس جب خدا نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہے تو کیوں نہ ہم توقع رکھیں کہ اس دور میں بھی خدا اس الہام کو اس شان کے ساتھ پورا کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے کل عالم میں، چہار دانگ عالم میں ڈنکے بجنے لگیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ ہم اپنے کانوں سے ان تصدیق کی آوازوں کو سنیں، اپنی آنکھوں سے اس دور ظفر موج کو دیکھیں اور ہماری آنکھیں بھی ٹھنڈک پائیں اور دل بھی شاداں ہوں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو اور جلد تر ہو۔ (آمین)